وفاق المدارس العربیہ کے دارالعلوم حقانیہ میں اجتماع کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا

خُطبۂ اِستقبالیہ

وفاق کے دینی مدارس کے لیے چند اصلاحی تجاویز جس کے ایک ایک حرف کو علماء نے آب زر سے لکھنے کا مستحق قرار دیا

پیش کنندہ: مولانا سمیع الحق مدظلہ

۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۸۲ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس تنظیم سے پاکستان کے دیوبندی مکتب فکر کے تقریباً ایک ہزار مدارس وجامعات وابستہ ہیں، جو ان مدارس کے نصاب و نظام تعلیم، باہمی ارتباط وتنظیم، ترقی وبقا اور استحکام کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ بدقسمتی سے گردشِ دوراں اور انقلابِ احوال کی بنا پر ہمارے علمائے کرام کی اکثر سیاسی ونیم سیاسی تنظیمیں افتراق وانتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں اور اتحاد ویگانگت کا کوئی نکتہ انہیں یکجا نہیں کر سکتا۔ صرف ''وفاق المدارس'' کی تنظیم ایک ایسی سٹیج رہ گئی ہے جس پر ملکی وسیاسی امور میں طریقہ کار پر اختلاف رائے طبعی اور فکری رجحانات اور کام میں ترجیحات کا الگ الگ نقطۂ نظر رکھنے کے باوجود علمائے دیوبند تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور آپس میں مل بیٹھنے کا موقع صرف وفاق سے مہیا ہو جاتا ہے، دُوریاں کم ہو جاتی ہیں اور قُرب کے فاصلے سمٹ آتے ہیں۔ فی الوقت یہ بھی وفاق کی ایک نہایت اہم افادیت ہے اور الحمد للہ کہ وفاق کے موجودہ اجلاس میں یہ افادیت نہایت مؤثر شکل میں سامنے آئی اور اجلاس کے ان تین چار ایام میں دارالعلوم کی فضاؤں میں باہمی اُلفت ومحبت، خلوص ویگانگت کے مظاہر ومناظر کا موسم بہار جیسا سماں رہا۔

دارالعلوم حقانیہ کی اہم مرکزی حیثیت اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ (قدس سرہ العزیز) کے وفاق کا سرپرست ہونے کی وجہ سے اِس سال وفاق المدارس کے اکابر نے ایک دُور اُفتادہ بستی ''اکوڑہ خٹک'' میں اپنا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب کہ اس سے قبل یہ اجلاس ملتان، لاہور اور کراچی جیسے شہروں میں ہوتے رہے، اور کسی قصبہ میں اتنے وسیع اور ہمہ گیر تنظیم کے اجلاس کا پہلا اتفاق تھا جس کی وجہ سے دارالعلوم کے منتظمین اور خدام کو وسائلِ آرام وراحت کما حقہٗ مہیا نہ کر سکنے کی بنا پر تردد تھا مگر جماعت اور مسلک کے احترام میں سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ دارالعلوم کے منتظمین، قابلِ احترام اساتذہ اور مخلص وجفاکش طلبہ نے شب وروز ایک کر کے اجلاس میں ملک بھر سے آئے ہوئے سینکڑوں واجب الاحترام علماء اور مشائخ کی میزبانی اور خاطرداری میں کوئی کسر نہ اٹھائی، اور الحمدللہ کہ مہمانوں کے عمومی تاثرات نہایت قابلِ اطمینان رہے، اور انہوں نے یہاں کے دورانِ قیام ایک خاص قسم کے رُوحانی اطمینان ومسرت محسوس کرنے کا اظہار کیا۔

۲۷ کو مجلسِ عاملہ کے اجلاس کتب خانہ کے ہال میں جاری رہے۔ مجلسِ شوریٰ کا افتتاحی اجلاس ۲۸ مارچ کو صبح دس بجے دارالعلوم کی وسیع مسجد کے ہال میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صدارت میں شروع ہوا۔ اس اجلاس کے مہمانِ خصوصی بقیۃ السلف مجاہدِ جلیل حضرت مولانا عزیر گل اسیرِ مالٹا رفیق وتلمیذ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ تھے، جنہوں نے اپنے عام معمولات اور مزاج کے برعکس اس ناچیز کی ضد کی حد تک اصرار پر اِس اجلاس میں شرکت قبول فرمائی اور ایک مُدت بعد اپنی عزلت نشینی کا حصار توڑ کر دارالعلوم تک سفر کی صعوبت برداشت کی۔

اِس اجلاس کا ایک عجیب روحانی منظر تھا۔ شہ نشین پر حضرت اسیرِ مالٹا کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور صدر وفاق مولانا محمد ادریس میرٹھی جلوہ افروز تھے اور ہال اہل اللہ علماء وصلحاء کی نورانی شخصیتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ احقر نے مجلسِ استقبالیہ

کے نگرانی کے طور پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، جس کے اہم نکات، تجاویز اور مخلصانہ ہدایات کو بعد میں تمام اجلاس نے سراہا، اسے لوحِ قلب پر ثبت کرنے پہ زور دیا اور ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کا مستحق قرار دیا اور تجویز پیش کی کہ شوریٰ کی اگلی پانچ نشستوں میں غور و فکر اور بحث و تمحیص کا دائرہ انہی خطوط تک محدود رکھا جائے۔ اجلاس میں کچھ احباب نے اور بعد میں سب نے باصرار مہمانِ خصوصی سے ایک آدھ حدیث پڑھ کر اجازتِ حدیث کی خواہش ظاہر کی، مگر اسلاف کی تواضع، عجز و انکسار کے عجیب مناظر سامنے آئے کہ حضرت مہمانِ خصوصی آخر تک اس خواہش کی تکمیل پر از روئے فنائیتِ نفس تیار نہ ہو سکے کہ مجھے یہ تصنع سی لگ رہی ہے نہ دل آمادہ ہوتا ہے نہ انشراحِ خاطر ہے کہ ایسی مصنوعی صورت اختیار کروں۔

ان حضرات کی دعاؤں پر ایک بجے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد ۲۹ کی ظہر تک شب و روز شوریٰ کے اجلاس جاری رہے جن میں شریک مہتممین مدارس و مندوبین نے مدارس کو درپیش مسائل نصاب و نظام تعلیم، اسناد کا معاملہ امتحانات اور درجاتِ تعلیم وغیرہ تمام امور پر مفید تجاویز زیرِ بحث آئیں۔ مدارس میں سرایت کرنے والی خرابیوں اور درس و تدریس اور مطالعہ کو نقصانات پہنچانے والے عوامل پر توجہ دلائی گئی۔ الغرض دینی تعلیم کے مروجہ نظام کے ہر پہلو پر باہم ملکر اظہارِ خیال کا موقعہ اہلِ علم کو ملا جو ایک بڑی کامیابی ہے۔ اتنے بڑے اور ملک گیر سطح پر علماء کے اجتماع کے موقع پر احقر کی شدت سے یہ خواہش تھی کہ افغانستان میں روسی استبداد اور جہاد کے مسئلہ پر حضرات علماء کرام کو بھرپور توجہ دلائی جائے اور الحمدللہ کہ یہ مقصد اس طرح حاصل ہوا کہ افغان مجاہدین کی اکثر اہم جماعتوں کے معزز سربراہوں نے ۲۸ مارچ کو عصر سے مغرب تک کی نشست میں اپنا قلب و جگر چیر کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا، خود بھی روئے اور علماء کو بھی رلایا اور اس نازک موقع اہلِ علم کی توجہات دینی مشغولیت اور فرائض کی طرف مؤثر انداز میں مبذول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ وفاق کے اس تاریخی اور فقید المثال اجتماع کو دینی تعلیم و تربیت، ملک و ملت اور دینِ متین کے ہر شعبہ کے حق میں مفید سے مفید تر اثرات کا حامل بنا دے۔ آمین۔ (سمیع الحق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد

بزرگانِ محترم، اضیافِ کرام و مشائخ عظام! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکر گذار ہوں کہ جس نے آج اس دور افتادہ گاؤں میں دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس کے اکابر و ارکان کی ایک قدسی جماعت کے قدومِ مبارکہ کی سعادت سے نوازا۔ اس کے بعد میں اکابر وفاق المدارس کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ یہاں کی دور افتادگی اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم کے خدام کو ایسے برگزیدہ اجتماع کی میزبانی کا شرف بخشا۔ اس کے ساتھ ہی اس مبارک اجتماع میں تشریف لانے والے تمام معزز مہمانانِ گرامی کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں جنہوں نے وفاق المدارس کی ترقی و استحکام کی خاطر اس دور دراز قصبے کا رخ کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ فجزاکم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

حضراتِ گرامی! یہ موقع دارالعلوم حقانیہ کے لیے عیدِ سعید سے کم نہیں یہاں کے تمام اساتذہ و طلباء دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں، یہاں کا ذرہ ذرہ آپ جیسے علمی آفتاب و ماہتاب حضرات سے مستنیر ہونا چاہتا ہے اور ہم سب خلوص و محبت کی ساری پونجی آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہمیں اس تقصیر و کوتاہی کا بھی شدت سے احساس و اعتراف ہے کہ اس دیہاتی ماحول میں آپ حضرات کے شایانِ شان آرام و راحت کا ہرگز انتظام نہیں کر سکے جس پر ہم نہایت عجز و اخلاص سے آپ سب حضرات سے معذرت خواہ اور عفو و درگذر کے خواستگار ہیں۔

حضرات کرام! آج ہماری مسرتیں اور خوشیاں اس لحاظ سے بھی دوبالا ہو گئی ہیں کہ اس مبارک اجتماع میں ہمارے قافلہ سالارانِ جہاد و حریت کا آخری بقیۃ السلف جرنیل حضرت اقدس مولانا میاں عُزیر گل صاحب اسیر مالٹا رفیق و تلمیذ حضرت اقدس شیخ الھند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز ہم میں موجود ہیں۔ ان کا وجود ہمیں جہاد و عزیمت، اخلاص و للّٰہیت، علم و تفقہ اور زہد و تقویٰ کے ان عظیم سرچشموں کی طرف متوجہ کر رہا ہے جو ہمارے اسلاف و اکابر دیوبند کی شکل میں اس صدی میں عالم اسلام کے لیے روشنی کے مینار اور

رُشد و ہدایت کے آفتاب بنے، جن کی مثال چشمِ فلک نے اس صدی میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی ۔ پھر ریشمی رومال، مالٹا اور الجزیرہ کے زندان ہمیں قدسیوں کی اس عظیم جماعت کی یاد دلاتی ہے جو امیر المؤمنین امام المجاہدین سید احمد شہید قدس اللہ سرہ کی قیادت و سیادت میں حق کی علمبردار بنی اور جنہوں نے اپنے خون سے چمنستانِ اسلام کو سینچا۔

تحریک شیخ الہندؒ کا سرچشمہ یہی جماعت تھی اور آج خوش قسمتی سے آپ جہاں جمع ہیں تو یہ قصۂ زمین برسرِ زمین والا معاملہ ہے ۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رُفقاء کے مقدس خون نے سب سے پہلے اسی خطہ کو لالہ زار بنایا اور کئی صدیوں بعد اسلامی حدود و شرائط کے مطابق یہ پہلا جہادِ اسلامی تھا جو اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑا گیا۔ اور امام حریت و شریعت سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک کی اس رات کو لیلۃ الفرقان قرار دیا۔ بے شک یہاں جو کچھ بھی حقیر سی خدمتِ دین ہوئی ہے یہ انہی فدایانِ شمعِ رسالت کے خونِ شہادت کے برگ و بار ہیں اور انہی نفوسِ قدسیہ کی برکات ہیں جو یہاں کی فضاؤں میں بکھری ہیں ۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلفِ او زدہ ست
ہنوز از سرِ آں بوئے مشک می آید

یہ قربانیاں جتنی لافانی تھیں اور یہ جہاد جتنا عظیم اور اَمر تھا اس کے اثرات و برکات بھی قیامِ عالم تک جاری و ساری رہیں گی۔ یہ دعوت کبھی تحریکِ دیوبند، کبھی تحریکِ ریشمی رومال اور کبھی آزادیٔ ملک و ملت کی شکل میں ظاہر ہوئی تو کبھی علماءِ حق کے مدارس و مراکز اور کبھی ان کی تنظیم و وفاق المدارس کی صورت میں نشانِ دعوت و عزیمت بن کر صفحۂ عالم پر ابھرتی اور پھلتا پھولتا رہے گا۔

اکوڑہ خٹک کی اس چھوٹی سی بستی پر لیلۃ الفرقان میں شہداء اسلام کے خون نے چمنستانِ اسلام کی جو آبیاری کی تو آج دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن سامراج سوویت یونین کے ظلم و عدوان کے مقابلے میں جو طائفۂ حقہ آہنی دیوار بنا ہوا ہے اور افغانستان کی سرزمین پہ بدر و حنین کی تاریخ رقم کر رہا ہے ۔ اس میں ایک بہت بڑی جماعت اور اہم قائدانہ کردار اسی بستی پر قائم اسی ادارہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مستفیدین کا ہے ۔ اور شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور بطلِ اسلام شیخ الہند رحمہم اللہ کا جہاد افغانستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں جاری و ساری ہے ۔

حضرات اکابرینِ ملک و ملت ! برصغیر پاک و ہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دینِ متین اور اسلامی ورثہ کی حفاظت کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور ان کے قدسی صفات مخلص رفقاء کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جیسے صاحبِ بصیرت ولی اللہ کی ہدایات و راہنمائی میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارسِ عربیہ کی داغ بیل ڈالی، یہ نہایت بے سروسامانی کا عالم تھا اور دین کی کسمپرسی کا عجیب حال! مگر ان اکابرینِ وقت نے نہایت نازک صورتحال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے اطراف و اکناف میں مدارسِ دینیہ کا جال پھیلا دیا، یہ مساعی کارگر ثابت ہوئیں اور برصغیر کے طویل دورِ غلامی و استبداد کے باوجود علومِ دینیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کا علمی اثاثہ علومِ اسلامیہ کی شکل میں محفوظ و مصئون رہ گیا۔

ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء اور رجالِ کار نکلے جنہوں نے برصغیر میں اشاعتِ کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ آزادیٔ وطن، جہادِ حریت، اصلاحِ معاشرہ اور تنظیمِ امت کے کاموں میں نمایاں قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخر ان مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا، اسپین اور چینی ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں جو اصل امانتِ الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں اور انہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم و دائم ہے اور ان مدارس و جامعات کی سب سے جامع اور مؤثر تنظیم یہی آپ ہی کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ ہے جسے اس کے دور اندیش اصحابِ بصیرت نے علم اور دین کی نشاۃ ثانیہ اور تعلیم و تربیت کے انقلابی مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر قائم کیا۔ اس کے محرکات میں مدارسِ عربیہ کے احیاء و بقاء اور ترقی، کاملاً ارتباط و تنظیم کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی راہنمائی کے لیے ہر شعبہ حیات میں اعلیٰ ترین رجالِ کار اور جید علماء راسخین کی تیاری بھی تھا۔ جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیماتِ اسلامیہ کی ترویج و اشاعت بھی مدِنظر رہی۔ مروجہ نصابِ تعلیم (درسِ نظامی) کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر بنانا بھی ملحوظ تھا اور اس کے ساتھ ہی ان مدارس کو (جو کارخانہ حیاتِ انسانی کی رُشد و ہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں) اُن تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمحِ نظر تھا۔ ان تمام اہم مقاصد و عزائم پر ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قراردادیں، ہدایات تحریری شکل میں مطبوعہ رپورٹوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تمام چیزوں کو نئے جوش و خروش اور پختہ ایمان و یقین کے ساتھ لیکر منزلِ مقصود کی طرف گامزن ہونا چاہیئے اور اس اجتماع کا اصل مقصد اور حقیقی افادیت یہی ہے کہ ہم وفاق کے اصل محرکات و مقاصد کی طرف متوجہ ہوں، اور دولتِ اخلاص اور کوششِ عمل کا نیا ولولہ لے کر یہاں سے اٹھیں۔

اس مبارک موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے ناچیز بھی چند معروضات پیش کرتا ہے کہ سب حضرات اہلِ علم و فضل ہیں، اور یہ جرأت ایک لحاظ سے

گستاخانہ بھی ہے کہ حکمت بلقمان آموختن والی بات ہے محض برائے تذکرہ وتذکیر مؤدبانہ گذارشات ہیں جن سے دینی مدارس کے نظام و نصاب اور تعلیم وتربیت میں بہتری پیدا ہو سکے گی۔

دینی مدارس اور ان کے موجودہ وفاق کے دو بنیادی مقاصد ہیں تعلیم دین اور دینی تربیت ـــــ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے مدرسوں میں اندرونی نظم ونسق کو بہتر بنانے کی بھی ضرورت ہے اور مدارس کے درمیان باہمی تنظیم کی بھی۔ اس طرح مدارس اور وفاق اور جدوجہد کے تین اہم شعبے ہو جاتے ہیں (۱) تعلیم (۲) تربیت (۳) نظم ونسق اور باہمی تنظیم۔

میں حضرات علماء کرام، اراکین مجلس شوریٰ اور ذمہ داران مدارس دینیہ کے اس مبارک اور مؤقر اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تینوں شعبوں کے متعلق چند فروری گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ الاّ ماشاءاللہ! اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونے والے علمائے کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے، مدارس کی طرف طلباء کا رجوع بھی کم ہے کیونکہ جو لوگ سرکاری نظام تعلیم کے مصارف برداشت کر سکتے ہیں وہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجنے سے اس لیے بھی گریز کرنے لگے ہیں کہ ان کو یہاں کے نظام تعلیم وتربیت پر اعتماد نہیں، حتیٰ کہ اب تو بہت سے علماء کرام اور دینی مدارس کے مدرسین بھی اپنی اولاد کو دینی مدارس میں بھیجنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔

اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم وتربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقاء ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان مدارس دینیہ کو جو بیرونی خطرات لاحق ہیں ان کے مقابلے میں یہ اندرونی خطرہ سب سے زیادہ شدید ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اندرونی خطرہ خود ہمارا پیدا کردہ ہے اور اس کے علاج کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں تینوں شعبوں کی اصلاح کے لیے اپنی بھرپور توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے، جس کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں:۔

(۱) تعلیم

(الف) طلبہ کو بالکل ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے نوشت وخواند اور حساب کتاب سکھانے کا خاص اہتمام کیا جائے بلکہ ہو سکے تو قرآن کریم ناظرہ کے دوران ہی اس کا آغاز کسی حد تک کر دیا جائے۔ حفظ کے طلبہ کا وقت لینا تو ممکن نہ ہوگا لیکن ناظرہ کے طلبہ کا کچھ وقت اس کام کے لیے مخصوص کیا جا سکتا ہے اور درس نظامی کے درجۂ اعدادیہ و ادنیٰ سے طلبہ کو باقاعدہ تحریر وکتابت کا عادی بنایا جائے اور عربی اردو میں انشاء کی مشق کرائی جائے۔

(ب) اسباق کی تیاری کے لیے اساتذۂ کرام اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گہرے اور وسیع مطالعے کا اہتمام فرمائیں اور تحقیق مسائل میں وہ معیار واپس لانے کی کوشش فرمائیں جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے اور ایسے تمام مشاغل کو زہر سمجھیں جو اس کام میں ادنیٰ خلل کا باعث ہو سکتے ہیں۔

(ج) طلباء کو مطالعہ اور تکرار کا پابند بنایا جائے اور اس کی بطور خاص نگرانی کی جائے اور دوسرے مشاغل مثلاً اخبار بینی، جلسے جلوسوں، لایعنی مجالس اور بازاروں میں گھومنے سے پورے اہتمام کے ساتھ ان کو روک کر ان کی تمام تر توجہ اپنی تعلیم وتربیت پر مرکوز کر دی جائے۔

(د) درس حتی الامکان اُردو میں ہونا چاہیئے تاکہ بعض طلباء اُردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلباء سے پیچھے نہ رہ جائیں اور عالم دین بن کر قومی زبان کے ذریعہ دین کی مفید وسیع اور مؤثر خدمات انجام دے سکیں اور سوشلزم، قادیانیت، انکار حدیث اور بدعت والحاد جیسے جیسے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں جو زبان کے راستے سے داخل ہو رہے ہیں۔

(ھ) مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ جمعرات کو طلبہ تقریر وخطابت کی مشق کرتے ہیں اس مشق میں عربی تقریروں، عربی نظموں اور مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جائے۔ ادب عربی کے اسباق میں انشاء عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے اور امتحانی نمبروں میں بھی ان کو ملحوظ رکھا جائے۔ مدارس میں تمام تختیاں اور بورڈ اُردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی ہونے چاہئیں اور درس نظامی کے تمام درجات کے داخلہ فارم عربی زبان میں طبع کرائے جائیں اور مدارس کے اندر بول چال عربی زبان میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔

ان تدابیر پر بتدریج عمل کرنا مشکل نہیں، تھوڑے سے اہتمام اور کوشش سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ہمارے بزرگان دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادرۂ روزگار تصانیف چھوڑی ہیں جن کو بلاشبہ گذشتہ صدی کا بہترین علمی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ آج عرب کے علماء کرام ہمارے بزرگوں کے ان محققانہ وادیبانہ کارناموں پر رشک کر رہے ہیں۔

(و) بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں اور بعض مدارس میں اختتام سال شعبان کی بجائے رجب ہی میں ہو جاتا ہے بلکہ بعض مدارس میں تو نوبت جمادی الثانی تک آ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ مدت تعلیم کم ہو جانے سے تعلیم کا سخت نقصان ہوتا ہے اور استعدادیں بہت ناقص رہ جاتی ہیں۔ مدارس اہتمام فرمائیں کہ اسباق ۱۵ شوال تک

شروع ہوجائیں اور رجب کے اواخر تک جاری رہیں۔

(ز) مدارس، اساتذہ اور طلبہ کو عملی سیاست سے دور رکھا جائے اور ان کی پوری توجہ تعلیم و تربیت پر مرکوز رکھنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل و تدابیر اختیار کی جائیں۔

(۲) تربیت

(ا) تعلیم جتنی ضروری ہے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت میں تزکیہ کا ذکر تعلیم سے بھی مقدم کیا ہے وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ــــ احقر کے نزدیک تربیتِ اخلاق کے لیے مندرجہ ذیل تین تدابیر فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے:۔

(ا) اساتذۂ کرام اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائضِ منصبی کی طرح انجام دیں اور اپنے قول و عمل سے ان کے سامنے اسلاف کا نمونہ پیش فرمائیں۔

(ب) ہفتہ وار اور دیگر چھوٹی بڑی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ وہ کسی متبعِ سنت شیخِ طریقت کی خدمت میں کچھ وقت گذارا کریں۔

(ج) اور جن کو اس کے مواقع میسر نہ ہوں وہ اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

(ب) ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ آج ہمارے ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار اُلجھنوں کا سامنا ہے جن کے لیے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں لیکن یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقویٰ اور اخلاص ہے وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ اِس آیتِ مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ لہٰذا اس وعدۂ خداوندی کے حصول کے لیے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذۂ کرام کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو سب سے پہلے اپنا شعار بنائیں۔ اگر ہم نے یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیے تو طلبہ ان اوصاف میں خود بخود ڈھل جائیں گے ورنہ یہ اوصاف محض تقریروں اور مواعظ سے پیدا نہیں ہو سکتے۔

(ج) آج ہمارے مدارس میں جہاں اور بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں ایک مفسدہ یہ بھی نظر آنے لگا ہے کہ خلافِ شرع امور مثلاً تصاویر، مخربِ اخلاق لٹریچر، ناجائز لہو و لعب اور وضع قطع سے اتنی احتیاط نہیں کی جاتی جتنی کہ شرعاً واجب ہے۔ اتباعِ سُنت مسلکِ دیوبند کی سب سے بڑی اور بنیادی خصوصیت ہے۔ آج ہمارے مدارس میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بے شمار سُنتیں آج ہمارے ہی مدارس میں مُردہ ہو چکی ہیں۔ اگر ہمیں مسلکِ دیوبند کو زندہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سُنت کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں زندہ کرنا ہو گا۔

اگر دینی مدرسوں میں بھی یہ کام نہ ہو سکا تو باہر کے معاشرے اور عامۃ المسلمین میں محض زورِ خطابت اور مناظروں کے بل بوتے پر کوئی سُنت زندہ نہیں کی جا سکے گی۔ اگر ہم نے اتباعِ سنت میں اپنی اور طلبہ کی زندگیوں کو نہ ڈھالا تو تاریخ ہمارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کرے گی اور مستقبل کا مورخ جب مسلکِ دیوبند کو نقصان پہنچانے والوں کا شمار کرے گا تو ہمارا نام بھی ان میں شامل کرنے پر مجبور ہو گا۔ ولا فعلها الله۔

(د) آج مسلکِ دیوبند پر جتنی شدید یلغار بیرونی حملوں کی ہے اندرونی فتنوں کی یلغار اس سے کم نہیں۔ اندرونی فتنہ سب سے بڑا یہی ہے کہ ہمارے مدارس میں اتباعِ سُنت میں بہت ڈھیل اور سستی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی جفاکشی، سادگی، تواضع، خشیت، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو بھولتے جا رہے ہیں، حُبِ جاہ اور حُبِ مال کے فتنے ہماری کارکردگی پر ضربِ کاری لگا رہے ہیں، یہ ہمارا اندرونی فتنہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ اندرونی فتنہ بیرونی حملوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے بلکہ درحقیقت بیرونی حملوں کو بھی اندرونی فتنوں ہی سے شہ ملتی ہے اس لیے اس خطرناک اندرونی فتنہ کا سدِباب ہماری سب سے پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) نظم و نسق اور باہمی تنظیم

(ا) مدرسوں کا نظم و نسق مثالی ہونا چاہیئے۔ ہر کام میں شائستگی، سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہوگی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہوگی اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا۔

(ب) ہر مدرسہ میں ہر شعبۂ عمل کے لیے قواعد و ضوابط مرتب اور ان پر عمل کرنا آج کے زمانے میں بہت اہم ہو گیا ہے۔ ہر مدرسہ اپنے حالات کے مطابق ضابطے خود مقرر کرے، پھر جو ضابطے مقرر ہو جائیں اُن کی تعمیل ہر خورد و کلاں سے کرائی جائے اور کسی سفارش یا مروت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

(ج) وفاق المدارس کو مفید، مؤثر اور فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد (جو طبع شدہ ہیں) ان کی تکمیل کے لیے بھرپور کوشش کی جائے۔ وفاق بحیثیتِ وفاق کی جملہ کارروائیاں انہیں اغراض و مقاصد کی حدود میں رہنی چاہئیں، ان حدود سے باہر کے کام اگرچہ فی نفسہ کتنے ہی مفید کیوں نہ ہوں اگر ان میں وفاق کی توانائیاں اور وسائل خرچ کیے گئے تو ہماری توانائیاں بکھر کر رہ جائیں گی اور کوئی کام بھی پائیدار نہیں ہو سکے گا۔

(باقی ص ۸٦۹ پر)